شدت پسندی اور دہشت گردی کے خلاف پاکستانی قوانین: تاریخ و نتائج

(Pakistani Laws on Extremism and Terrorism: History and Outcomes)

محمد زبیر حسن*
ڈاکٹر حافظ عبدالمجید**

Abstract

This article discusses the history of Pakistani laws about Extremism and terrorism. It concludes that a lot of legislation has been enacted in Pakistan in this regard; special courts have been set up; severe punishments have been announced for the perpetrators and the structure of terrorism has been claimed to be weakened, but in fact, due to poor strategy, with an attempt to control terrorism, innocent civilians have been facing manifold problems. Unrest, especially in religious circles, has been erupted. The study suggests that an effective legislation as well as monitoring of law enforcement officials is urgently needed to properly address the problem. The National Action Plan is undoubtedly the most important document of national security. If this was fully implemented, terrorism and extremism could have been completely eradicated.

Key Words: Terrorism, extremism, legislation, Pakistan

گذشتہ برسوں میں پاکستان میں دہشت گردی کی شدید لہر کے پیش نظر اس حوالے سے قانون سازی کی ضرورت بہت بڑھ گئی تھی ۔آرمی پبلک سکول پشاور کے سانحہ کے بعد اس کی مزید شدت سے ضرورت محسوس ہوئی اور حکومت

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و عربی، گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان
**اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ و عربی، گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان

نے فوری اور بر وقت کارروائی کا آغاز کرتے ہوئے قانون سازی کی اور ملٹری کورٹس کا آغاز کیا۔ اس حوالے سے نیشنل ایکشن پلان مرتب کرتے ہوئے پاکستان میں وفاقی کابینہ کی طرف سے قومی انسداد دہشت گردی اتھارٹی (نیکٹا) کے لیے مسودہ قانون کی منظوری دی گئی۔ اس نیشنل ایکشن پلان سے پہلے بھی مذکورہ تناظر میں مختلف حوالوں سے قانون سازی ہوتی رہی۔ اس مضمون میں پاکستان میں دہشت گردی کے حوالے سے اب تک کی گئی قانون سازی کا مطالعہ ہے۔

1949ء، 1974ء اور 1975ء میں بنائے گئے قوانین

حکومت پاکستان کی طرف تشدد کے خلاف منظور کردہ پہلا قانون PRODA (Public Representative Office Disqualification Act) تھا، جس کا مقصد بنیادی طور پر سیاسی تشدد کو روکنا تھا۔ یہ قانون 1949ء میں منظور کیا گیا۔ 1974ء میں ملک مخالف سرگرمیوں کی روک تھام کا قانون (The Prevention of Anti-National Activities Act, 1974U) بنایا گیا، جس کا مقصد افراد اور انجمنوں کی مخصوص اینٹی نیشنل اور غداری کی سرگرمیوں اور ان سے وابستہ چیزوں کے خلاف کارروائی تھا۔ شدت پسندانہ اور دہشت گردانہ سرگرمیوں کو روکنے کے لیے 1975ء میں Suppression of Terrorist Activities (Special Courts) Act, 1975 منظور کیا گیا، جس کے ذریعے خصوصی عدالتیں لگائی گئیں۔ ان عدالتوں کو خصوصی اختیارات دیے گئے تاکہ شدت پسندوں کے خلاف کاروائی کی جاسکے۔ اس قانون میں 11 دفعات اور ایک شیڈول ہے۔ اس قانون کا اصل مقصد ایسی خصوصی عدالتوں کا قیام اور ان کا طریقہ کار وضع کرنا ہے جنھوں نے دہشتگردانہ سرگرمیوں میں ملوث عناصر کے مقدمات کی سماعت کرنا ہے۔ اس قانون میں عدالتوں کے قیام کا مکمل طریقہ کار، ضابطہ اخلاق، عدالت ہائے کی حدود و قیود اور اختیارات بیان کیے گئے ہیں۔[1]

بے نظیر بھٹو کی حکومت آتے ہی دہشت گردی کو روکنے کے لیے Suppression of Terrorist Activities Act, 1975 میں تبدیلی کرتے ہوئے ''Terrorist Activities'' کے تحت جرم کی مزید تشریح کی اور اس زمرے میں ''پاکستان آرمز آرڈیننس (Pakistan Arms Ordinance, 1965) ''کے سیکشن 13-A اور 13-B کے تحت اضافہ کیا گیا۔ اس قانون کو بنانے کا مقصد یہ تھا کہ اس کے ذریعے تخریب کاری، بربادی (توڑ پھوڑ) اور دہشت گردی کو ملک میں پھیلنے سے روکا جائے۔ اس قانون کے مطابق فیڈرل گورنمنٹ کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ ملک میں جہاں چاہیں Special Courts بنائیں جن میں ان عوامل سے متعلقہ کیسز کو ٹرائل کیا جائے۔ ان کورٹس میں ججز کا تقرر ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے مشورے سے کیا جائے گا اور کسی دوسرے شخص سے اس کے متعلق رائے نہیں لی جائے گی اور اس قانون کے مطابق فیڈرل گورنمنٹ اور صوبائی حکومتوں کو بھی یہ اختیار دیا گیا کہ وہ ان خاص

---

[1] Punjab Bar Council Committee, Criminal Major Acts 2017, Volume II, A Publication of PLJ,V, 2259.

عدالتوں میں خاص ججز کا تقرر کریں ۔اسی قانون کے مطابق متعلقہ پارٹی کی آسانی کے لیے یہ اختیار دیا گیا کہ کیس ایک عدالت سے دوسری عدالت میں منتقل ہو سکتا ہے۔ اس قانون میں ایسے افراد کو اپیل کا حق دیا گیا جن کو کسی کیس میں ملوث پا کر سزا دی جا چکی ہوتی، تاہم یہ حق اس مطلقہ شخص کو فیصلے کے آنے کے بعد 30 دن کے اندر اندر ہائی کورٹ میں درج کروانا ہوتا تھا۔ اس قانون کے تحت ملزم کو خاص رعایت دی گئی اور اس بات کا بھی فیصلہ کیا گیا کہ کسی ایسے شخص کی غیر موجودگی میں جس پر دہشت گردی کاالزام لگایا گیا ہے، اس کا کیس تب تک کورٹ میں نہیں چلے گا جب تک کہ وہ تین روزناموں میں چھپ نہ جائے۔

اینٹی ٹیررازم ایکٹ 1997ء

اینٹی ٹیررزم ایکٹ 20اگست 1997 کو میاں نواز شریف کے دور حکومت میں منظور کیا گیا۔ چالیس دفعات اور پانچ شیڈولز پر مشتمل اس قانون کو بنانے کا مقصد یہ تھا کہ دہشت گردی اور فرقہ واریت کے خلاف حفاظتی اقدامات کیے جائیں اور ساتھ ہی ایسے کیسز جو اس زمرے میں آتے ہیں ان کی جلد از جلد سماعت کی جائیں۔ کوئی بھی شخص جو لوگوں میں خوف و ہراس پیدا کرے، انھیں مشتعل کرے، دھماکہ ،ڈائنامیٹس اور دوسرے دھماکہ خیز(Explosives) ، اور آگ لگانے والے آلہ جات کو استعمال کرے، کسی اور قسم کے اسلحہ کا استعمال کرے یا کسی قسم کے زہر یا کیمیکل گیسوں کا استعمال کرے یا جو کسی شخص کو جانی و مالی طور پر نقصان پہنچائے۔اس قانون میں 1999ء میں کی گئ ترمیم کے مطابق آرمڈ فورسز اور سول آرمڈ فورسز کو دہشتگردانہ کارروائیوں کی موثر طور پر روک تھام کے لیے مزید اختیارات سونپے گئے، تاکہ دہشتگرد عناصر کی بیخ کنی کی جاسکے۔ اس مقصد کے لئے سزاؤں میں اضافہ بھی تجویز کیا گیا۔بعدازاں متعدد ترامیم کرکے اس قانون کو مزید جامع اور مفصل بنادیا گیا اور عدالتوں کے اختیارات بھی مزید بڑھائے گئے۔ انھی ترامیم میں عدالتوں میں تعینات کیے جانے والے ججز کے اختیارات مراعات اور ان کی پیشہ ورانہ امور کو سرانجام کرنے کی صلاحیت بہتر کرنے کی تجاویز بھی مختلف اوقات میں آتی رہیں۔ 1999،2000،2001،2002،2004، 2005 میں اس قانون کو موثر بنانے کے لیے اس کے اندر مزید ترامیم بھی کی جاتی رہی ہیں۔2009 اور 2010 میں اور پھر 2013 میں بھی اس کے اندر ترامیم کی گئیں۔انسداد دہشت گردی کے اس قانون کی دفعہ 6 میں واضح طور پر ایسی حرکات بیان کی گئ ہیں جن کا سرزد کرنا دہشتگردی کے ذمرہ میں آتا ہے۔ اعلیٰ عدالتی نظائر بھی دہشت گردی کی وضاحت اور اس قانون کی افادیت اور اہمیت و ضرورت بیان کرتے ہیں۔[2] اس قانون میں دہشت گردی کی مکمل تعریف و وضاحت بیان کی گئ ہے۔اس قانون کی دفعات چالیس ہیں جبکہ اس کے چار شیڈولز ہیں۔ دہشتگردی کی سزا کے بارے

---

[2] Punjab Bar Council Committee, Criminal Major Acts 2017, Volume II, A Publication of PLJ,V, 1312.

میں دفعہ 7 میں بہت ہی مفصل اور جامع و بہترین طور پر بیان کیا گیا ہے۔ [3] قانون کے دفعہ ایک میں قانون کا نام بیان کیا گیا ہے جبکہ سیکشن دو میں مختلف تعریفیں جو کہ قانون کے اندر آنے یا استعمال ہونے والی اصطلاحات کی وضاحت بیان کرتی ہیں موجود ہیں۔ سیکش چار کے مطابق صوبے میں امن و امان کے لیے فوج کو طلب کیا جا سکتا ہے۔ سیکشن پانچ کے مطابق طلب کی گئی افواج علاقے میں ضرورت کے مطابق، کافی وارننگ دینے کے بعد دہشت گردوں کے خلاف اپنی طاقت استعمال کرنے کی مجاز ہوں گی اور خاص طور پر فوجی اور نیم فوجی اداروں کو ایک پولیس مین کے تمام اختیارات حاصل ہوں گے۔ سیکشن 6 میں دہشتگردی کی تعریف بیان کی گئی ہے جس کو اوپر تفصیل کے ساتھ ڈسکس کیا جا چکا ہے۔ قانون متذکرہ کی سیکشن 7 دہشتگردانہ سرگرمیوں پر دی جانے والی سزاؤں کے متعلقہ ہے جس میں مختلف عوامل کی مختلف سزائیں بیان کی گئی ہیں۔ سزاؤں کی مختلف اقسام میں سزائے موت، عمر قید، قید بامشقت، قید برائے دس سال اور دیگر شامل ہیں۔ سیکشن 7 مختلف دس سب سیکشنز پر مشتمل ہے جس میں مختلف عوامل کی مختلف سزائیں بیان کی گئی ہیں۔ [4]

اس قانون کے مطابق کسی بھی شخص کو بغیر وارنٹ کے گرفتار کیا جا سکتا ہے۔ اس قانون نے سپیشل کورٹس کو یہ اختیار دیا کہ وہ کسی بھی ملزم کو جو اس قانون کے تحت گرفتار کیا گیا ہو یا گرفتاری نہ ہو سکی ہو تو اس کا کیس اس کی غیر موجودگی میں وکیل دفاع مقرر کرکے سات دن کے اندر اندر کر سکتی ہے۔اس قانون کے مطابق اگر کوئی شخص کسی شخص کی موت کا باعث بنتا ہے تو لازماً اس کو بھی موت کی ہی سزا ملے گی یا پھر کم از کم سات سال کی قید اور یا پھر عمر قید اور جرمانہ (کی سزا ہو گی۔اس قانون نے اس بات کو بھی واضح کیا کہ اگر کوئی شخص کسی فرقہ وارانہ نفرت کو پھیلانے میں ملوث پایا گیا تو اس کو سات سال قید بمعہ جرمانہ دی جائے گی۔ اور جو بھی شخص اس قانون کے تحت گرفتار ہوا ہے اس کا مقدمہ صرف خصوصی عدالتوں میں چلے گا۔ اس قانون میں سیکشن 25 کے تحت اپیل کا حق بھی دیا گیا۔اس قانون نے ججز کو اختیار دیا کہ وہ مجرموں کو سخت سے سخت سزائیں دیں اور اگر وہ کسی کیس کا فیصلہ کرتے ہوئے کم سزائیں دیتے ہیں تو ایسے میں وہ وجہ بھی تحریر کریں کہ انھوں نے کم سزا کیوں دی؟ اگر کوئی اس عدالت کی توہین کرے گا اور اس کے خلاف پروپیگنڈا کرے گا اس کو تقریباً چھ مہینے قید کی سزا یا جرمانہ کیا جائے گا۔ اس قانون کے تحت حکومتِ وقت کو یہ اختیار دیا کہ وہ جب چاہے کسی بیان کیے ہوئے ایسے عمل کو جو عمومی جرائم میں آتا ہے اس کو ختم کر دے۔ حکومت چاہے تو کسی بھی تنظیم کو غیر قانونی قرار دے سکتی ہے۔ 1998ء میں اس قانون میں ترمیم کرکے ججز کے دورانیے کو مختص کر دیا گیا۔ ملزم کی غیر حاضری کی صورت میں اس کا کیس ٹرائیل کرنے میں تبدیلی کی گئی کا کیس کو تین روزنامہ اخبارات میں شائع کرنا ضروری قرار دیا گیا۔ملزم کو اپنا دفاعی وکیل بھی اپنی پسند سے رکھ سکنے کی اجازت دی گئی۔ مزید برآں اس

[3] Punjab Bar Council Committee, Criminal Major Acts 2017, Volume II, A Publication of PLJ, 1319-1320.

[4] Criminal Major Act volume ii PLJ Committee Lahore, Section 7, ATA 1997, 1325-1327.

آرڈیننس میں اس بات کو بھی واضح کیا گیا کہ ایسا شخص جس کی اپیل التوا کا شکار ہے اس کو یہ حق دیا جاتا ہے کہ وہ اپیلٹ ٹربیونل میں جانے سے پہلے سات دن کے اندر اندر ہائی کورٹ میں اپیل درج کروائے اور ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف اپیل سپریم کورٹ میں درج کروائے۔ جنرل (ر) پرویز مشرف نے اینٹی ٹیررزم آرڈیننس 1999ء کے سیکشن 18 اور 25 میں چھ ترامیم کیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے: حملے (یا جارحیت) میں معاونت (سیکشن 120 پاکستان پینل کوڈ 1860)۔ حملے کے ارتکاب کے منصوبے کا چھپانا (سیکشن 120)۔ ارتکابِ جرم کی مجرمانہ سازش، (ایسا جرم) جس کی سزا موت یا دو سال سے زائد قید ہو (سیکشن (B-120 ۔ پاکستان کے خلاف جنگ کا ارتکاب یا اس کی کوشش (سیکشن 121)۔ ریاست کے خلاف کسی جارحیت کے ارتکاب کی سازش (سیکشن 121)۔ جنگ کرنے کے ارادے سے اسلحہ اکٹھا کرنا (سیکشن 122)۔ یا ایسا کرنے والوں کی مدد کرنا (سیکشن 123)۔ اغوا (سیکشن 365)۔ ڈکیتی (کرنے کے) کے مقصد کے لیے اکٹھے ہونے والے پانچ یا زائد افراد میں سے (ایک) ہونا (سیکشن 402)۔ اور ہائی جیکنگ کے ارتکاب کی سازش کرنا (سیکشن (B-402) بھی دہشتگردی کی عدالتوں کی اختیار سماعت میں دیدیئے گئے۔[5]

اس قانون کے اختیار سماعت میں مذہبی شدت پسندی فرقہ واریت اور مذہب کے نام پر کیئے جانے والے سنگین جرائم بھی شامل ہیں۔ اور ایسے تمام جرائم جن کا مقصد معاشرے میں مذہب اور فرقہ واریت کو بنیاد بنا کر انتشار پیدا کرنا ہے، دہشتگردانہ عوامل کے زمرے میں شامل ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس قانون کے تحت آنے والے تمام جرائم ناقابل ضمانت اور قابل دست اندازی پولیس ہیں اور ناقابل راضی نامہ ہیں، نیز کالعدم تنظیموں جن کے بظاہر مذہبی اور معاشرتی مقاصد اور پس پردہ انتشار اور شدت پسندی نظریہ تھا، کو بھی موجودہ قانون کے ذریعے دائرہ اختیار میں لانے کی کوشش کی گئی اور ہر سال آفیشل گزٹ آف پاکستان میں ایسی تمام تنظیمات کو کالعدم قرار دینے کے لئے تشہیر بھی موجود قانون کا اہم پہلو ہے۔ اس قانون کے تحت نفرت پر مبنی کسی بھی طرح کے مواد پر سزا دی جا سکتی ہے۔[6] اس قانون کے مطابق (Section 11-A) ایسی کوئی بھی تنظیم جو ''دہشت گردی'' میں ملوث پائی گئی، دہشت گرد تنظیم کہلائے گی۔[7] اس آرڈیننس کے تحت ان افراد کے خلاف سزاؤں کو بڑھا دیا گیا جو کسی بھی طرح دہشت گردی میں ملوث ہوں۔ اس کے مطابق وہ قیدی جو اپنی زندگی کے 14 سال قید میں گزار چکے ہوں، اپیل کر سکتے ہیں۔ اگر کسی شخص کو بری الذمہ قرار دے دیا جائے تو مذکورہ شخص کو خصوصی اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ بھی اس درخواست کے تحت اپیل کر سکتا ہے، درخواست دہندہ 30 دنوں کے اندر اندر اپنی اپیل ہائی کورٹ میں درج کروا سکتا ہے۔

الیکٹرانک جرائم سے بچاؤ کا ایکٹ 2007ء

---

[5] Pakistan Penal Code Section 120.

[6] Criminal Major Act volume ii PLJ Committee Lahore, Section 7, ATA 1997, 1330-1331.

[7] Section 11A ATA 1997/PLJ Publishers committee Criminal Major Act Volume II, 1332.

Cyber-Terrorism دہشت گردی کی ایک نئی قسم ہے جس کے ذریعے دہشت گرد افراد Electronic Communications Networks کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ سائیبر دہشت گردی کے ذریعے ریاست کی بنیادوں کو جس طرح متاثر کر سکیں یہ گروہ اپنے خطرناک عزائم کو پایہ تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔ اس طرح سے یہ دہشتگرد افراد یا گروہ کو وسیع پیمانے پر نقصان کا باعث بنتے ہیں، جو کہ دفاعی اداروں کو بھی اپنی ٹارگٹ لسٹ میں رکھتے ہیں۔ Cyber-Terrorism کے ذریعے زیادہ لوگوں کو ٹارگٹ کیا جا سکتا ہے۔ یہ لوگ جو جسمانی حملہ کیے بغیر اور کسی کو زخمی کیے بغیر حملہ کر کے نقصان پہنچا سکتے ہیں ایسے افراد اور گروہ جو Hackers کے زمرے میں آتے ہیں جو سرکاری اور غیر سرکاری پرائیویٹ اداروں میں Computer Networks کو متاثر کرتے ہیں۔ مسلح افواج کے سائیبر سسٹم کو ناکارہ بناتے ہیں، اور کسی بھی ادارے یا تنظیم کے ڈیٹا کو بھی اچک سکتے ہیں، جو کہ مالی اور مادی دونوں کے نقصان کا باعث بنتا ہے۔ ایسی سائبر ٹیررزم کو روکنے کے لئے بھی قانون سازی کی گئی ہے۔

Prevention of Electronic Crimes Act 2007 کے تحت، کوئی بھی شخص، گروہ یا ادارہ جو کہ دہشت گرد عزائم رکھتا ہے، نقصان پہنچاتا ہے یا کمپیوٹر یا ان کے نیٹ ورک تک رسائی حاصل کرتا ہے یا الیکٹرانک سسٹمز اور ڈیوائسز کو نقصان پہنچاتا ہے یا اس مقصد کے لئے کسی بھی ذریعے کو استعمال کرتا ہے اور پھر کسی بھی طرح سے دہشت گردانہ کاروائی میں ملوث ہو جاتا ہے تو وہ Cyber-Terrorism کے زمرے میں آتا ہے۔ اگر کوئی شخص غیر قانونی طریقوں سے الیکٹرانک سسٹم تک رسائی حاصل کرتا ہے یا الیکٹرانک ڈیوائسز کو حاصل کرتا ہے یا ان کو تباہ کرنے کے لیے حفاظتی اقدامات کو توڑتا ہے، تو وہ اس قانون کے تحت سزا کا حق دار ہوتا ہے جو کہ دو سال سے زائد کی سزا بھی ہو سکتی ہے یا پھر زیادہ سے زیادہ تین لاکھ روپے جرمانہ بھی کیا جا سکتا ہے، یا پھر دونوں سزائیں۔ غیر قانونی طریقے سے ڈیٹا حاصل کرنے کی کوشش پر تین سال تک کی سزا سنائی جا سکتی ہے، یا پھر جرمانے کی صورت میں یا پھر دونوں سزائیں سنائی جا سکتی ہیں۔ ایکٹ کے تحت مزید سزاؤں کو شامل کرکے تین سال سے زیادہ کی بھی سزا دی جا سکتی ہے۔ اس قانون کی رو سے کوئی بھی شخص غیر قانونی طریقے سے پاس ورڈ حاصل کر لیتا ہے یا کوڈز تک رسائی حاصل کر لیتا ہے جس کے ذریعے وہ سسٹم یا الیکٹرانک سسٹم کو اپنے مطابق استعمال کر سکتا ہے اور ڈیٹا کو بھی حاصل کر لیتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنے منفی عزائم کو پورا کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے وہ بھی سزا کا اہل ہو گا جس میں اسے تین سال کی مدت سے بڑھ کر سزا بھی دی جا سکتی ہے اور ساتھ ہی جرمانہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ یا پھر دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔ کوئی بھی شخص جو کمپیوٹرز استعمال کرتا ہے، یا کمپیوٹر نیٹ ورک، انٹرنیٹ، نیٹ ورک سائٹس ،الیکٹرانک میلز وغیرہ جیسے ذرائع ابلاغ کو لوگوں کو نقصان پہچانے کے لیے استعمال کرتا ہے تو اس شخص کے لیے دس سال قید کے ساتھ ساتھ ایک لاکھ روپے جرمانہ کیا جاتا ہے، یا پھر دونوں سزائیں ایک ساتھ بھی دی جا سکتی ہیں۔ اس ایکٹ کے لاگو ہونے کے بعد، وفاقی حکومت کو چاہیے تھا کہ وہ اطلاعات و نشریات ٹریبونلز تشکیل دیں، جس کا بنیادی مرکز اسلام آباد میں ہونا چاہیے۔ اس

tribunal کے bench جس دو سے زیادہ اور سات سے کم ججز کو مقرر کیا جانا چاہیے جو کہ ایسے مقدمات کو ان ایکٹ کے تحت آگے چلا سکیں۔ ایکٹ یہ بھی کہتا ہے کہ tribunals کے ججز کو پوری طرح معلومات ہونی چاہیے۔ 1997ء کے اے ٹی اے میں دہشت گردی کی واضح طور پر تعریف کی جانی چاہیے تاکہ دہشت گردی اور دیگر سنگین جرائم میں کسی قسم کی غلط مہمی کو واضح کیا جاسکے تاکہ ایسے مقدمات جن کا عسکریت پسندی سے کوئی تعلق نہیں ہے، ان کی وضاحت کی جائے۔ دہشت گردی سے متعلق مقدمات میں ملوث ججوں، تفتیش کاروں اور عینی شاہدین کے لیے کسی تحفظ کا ذکر نہیں ہے۔ ان کی حفاظت کو یقینی بنائے جائے۔

نیکٹا

نیکٹا پاکستان میں قائم ہونے والا انسداد دہشتگردی کا مرکزی ادارہ ہے، جس کی ذمہ داری ہے کہ ملک میں نیشنل ایکشن پلان پر عملدرآمد یقینی بنائے اور دہشتگردی کے خلاف جنگ میں اداروں کے درمیان رابطہ کار کے فرائض انجام دے۔ نیکٹا کا قیام سال 2009 میں ایک ایگزیکٹو آرڈر کے ذریعے عمل میں لایا گیا تھا۔[8] قانونی تحفظ نہ ہونے کی وجہ سے البتہ یہ ادارہ مؤثر کردار ادا نہ کر سکا۔ نیکٹا کو اس لیے قائم کیا گیا تھا کہ وہ انتہاپسندی کے خاتمے کے لئے نیشنل ایکشن پلان وضع کرے، پھر اس کی نگرانی کرے کہ اس پلان پر عملدرآمد ہورہا ہے یا نہیں اور وزارت داخلہ کو رپورٹ دے۔ حکومت کا دعویٰ ہے کہ نیکٹا کو قانونی تحفظ دیے جانے کے بعد دہشت گردی سے مؤثر طور پر نمٹنے میں مدد ملے گی۔ سالہا سال تک مختلف اداروں کو نیشنل ایکشن پلان کی معائنہ کاری سونپی گئی ہے۔ نیکٹا کی حدود میں اس پر نظر ثانی کرنا اور اس کا جائزہ لینا شامل ہے۔ قومی سلامتی کی داخلہ پالیسی پر ابھی نظر ثانی ہورہی ہے. انسداد دہشتگردی کے موضوعات پر لکھنے والے ماہرین کے مطابق نیکٹا کو اپنے مقاصد کے حصول میں مشکلات کا سامنا ہے۔

نیکٹا تمام صوبوں بشمول وفاق اور سیکیورٹی ایجنسیز کی طرف سے موصول شدہ اطلاعات دستاویزات کو بروئے کار لاتے ہوئے وقتاً فوقتاً وفاقی حکومت کے اشتراک سے ریاست کے اندر مختلف اوقات میں موثر کارروائیاں انجام دینے کی پابند ہے۔ شدت پسندی اور دہشتگردی سے نمٹنے کے لیے حکمت عملی اور جانچ پڑتال بھی نیکٹا کی اہم ذمہ داری ہے۔ شدت پسندی اور دہشتگردی کے قلعہ قمع کے لئے موجودہ قوانین کے از سرنو جائزہ اور نئے قوانین کے بارے میں تجاویز وفاقی حکومت کو پیش کرنا بھی نیکٹا کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری ہے۔ بورڈ آف گورنرز نیکٹا کا انتظامی ڈھانچہ قرار دیا گیا ہے۔ جس میں تمام شعبہ ہائے زندگی سے عوامی و ادارہ جاتی نمائندگی سرکاری ملازمین صوبائی و وفاقی وزرا عوامی

---

[8] Punjab Bar Council Committee, Criminal Major Acts 2017, Volume II, A Publication of PLJ,V, 1839.

نمائندگان جیساکہ ممبران قومی وصوبائی اسمبلی شامل ہیں، جس میں آزاد جموں وکشمیر اور گلگت بلتستان کے نمائندگان وسرکاری ملازمین بھی شامل ہیں۔[9]

جہاں تک نیکٹا کی ذمہ داری کا معاملہ ہے تو یہاں سوال یہ ہے کہ نیشنل ایکشن پلان کا ذمہ دار کون ہے؟ نیکٹا، این ایس اے ، ایپکس کمیٹی یا وزیر داخلہ؟ کیا ان تمام کے کردار اور ذمہ داریاں واضح ہیں؟ کیا اس کے نتائج آپس میں گڈمڈ ہو گئے ہیں یا ایک دوسرے پہ ذمہ داریاں ڈالی جارہی ہیں؟ یہ تمام ایسے سوالات ہیں جن کے حل تک شدت پسندی میں کمی ممکن نہیں ہے۔اسے ایک آزاد ادارہ ہونا چاہیے۔ جیساکہ فیڈرل بورڈ آف ریونیو ہے۔ یہ ہونے جارہا ہے مگر ابھی تک بہت کچھ کیا جانا باقی ہے۔ دوسرا نکتہ نیکٹا کی اہلیت کا ہے۔ تیسرا نکتہ اس کے فوکس کا ہے۔ اسے صرف نیشنل ایکشن پلان پر فوکس ہونا چاہیے۔نیکٹا کے غیر مؤثر ہونے کے لیے سلامتی اور قانون نافذ کرنے والے طاقت ور اداروں کی جانب سے عدم تعاون کو ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے، مگر خود حکومت نے بھی "نیکٹا" کو مناسب وسائل اور اعانت مہیا نہیں کی۔ اگر ایسا ہوتا تو دہشت گردی کے خلاف بنایا گیا یہ ادارہ فعال اور موثر کردار ادا کر سکتا تھا۔

نیشنل ایکشن پلان

نیشنل ایکشن پلان(NAP) 2015ء میں پاس کی گئی سٹریٹیجی ہے، جس کا واحد مقصد شدت پسندی و دہشت گردی کا خاتمہ کرنا ہے۔ آرمی پبلک اسکول پشاور پر حملہ ہوا تو دہشت گردی کے خلاف قومی بیانیہ نیشنل ایکشن پلان کے 20 نکات کی صورت قوم کے سامنے آیا۔ اس وقت کی حکومت نے دہشت گردی کی روک تھام میں کچھ تیز اقدامات بھی کیے اور کچھ ٹھوس نتائج بھی سامنے آئے، مگر جوں جوں قوم کے حافظے سے پشاور اسکول کا اندوہناک واقعہ دھندلاتا گیا، دہشت گردی کے خلاف اقدامات اور نیشنل ایکشن پلان کے نکات پر عملدرآمد بھی غیر ضروری اور غیر موثر ہوتا گیا۔ سیاسی مدوجزر اور عام انتخابات کے بعد نئی حکومت وجود میں آئی تو پہلا چیلنج دہشت گردی نہیں بلکہ معیشت ہی تھا۔

نیشنل ایکشن پلان میں دہشت گردی اور اس کی مختلف جہتوں سے نمٹنے کے لیے بیس نکات بیان کئے گئے ہیں۔ ان بیس نکات کے نتیجے میں سولہ کمیٹیاں بنائی گئیں جن میں مختلف عہدوں کے اعلی درجے کے اہلکار شامل تھے۔ ان میں سے بارہ کمیٹیوں کے سربراہ وزیر داخلہ ہیں۔ اس کے بعد قومی سلامتی کے مشیر کی ذمہ داری ہے کہ وہ نیشنل ایکشن پلان پر نظر رکھیں۔ صوبائی ایپکس کمیٹیاں بھی موجود ہیں۔ ایک طرح کے یکسو نظام کی ضرورت ہے جہاں نیشنل ایکشن پلان پر عمل درآمد ممکن بنایا جائے۔ نیشنل ایکشن پلان کے مندرجات یہ ہیں:

1 Implementation of death sentence of those convicted in cases of terrorism. 2. Special trial courts under the supervision of Army. The duration of these courts

[9] Punjab Bar Council Committee, Criminal Major Acts 2017, Volume II, A Publication of PLJ,V, 1838.

would be two years. 3. Militant outfits and armed gangs will not be allowed to operate in the country. 4. NACTA, the anti-terrorism institution will be strengthened. 5. Strict action against the literature, newspapers and magazines promoting hatred, extremism, sectarianism and intolerance. 6. Choking financing for terrorist and terrorist organizations. 7. Ensuring against re-emergence of proscribed organizations. 8. Establishing and deploying a dedicated counter-terrorism force. 9. Taking effective steps against religious persecution. 10. Registration and regulation of religious seminaries. 11. Ban on glorification of terrorists and terrorist organizations through print and electronic media. 12. Administrative and development reforms in FATA with immediate focus on repatriation of IDPs. 13. Communication network of terrorists will be dismantled completely. 14. Measures against abuse of internet and social media for terrorism. 15. Zero tolerance for militancy in Punjab. 16. Ongoing operation in Karachi will be taken to its logical end. 17. Balochistan government to be fully empowered for political reconciliation with complete ownership by all stakeholders. 18. Dealing firmly with sectarian terrorists. 19. Formulation of a comprehensive policy to deal with the issue of Afghan refugees, beginning with registration of all refugees. 20. Revamping and reforming the criminal justice system.[10]

مندرجہ بالا مندرجات ہمارے قومی ایکشن پلان کا حصہ ہیں۔ظاہری طور پر یہ نکات درست معلوم ہوتے ہیں لیکن ماہرین کی رائے یہ ہے کہ خود ان نکات کے اندر بہت حد تک اصلاح کی ضرورت ہے۔جب تک دہشت گردی اور شدت پسندی کی وجوہات تلاش کرکے اس پر غیر جانب داری سے کا کام نہیں کیا جائے گا، شدت پسندی اور دہشت گردی میں کسی صورت کمی ممکن نہیں ہے۔

نیشنل ایکشن پلان پر عملدرآمد کی جائزہ رپورٹ وزارت داخلہ کو پیش کی گئی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ 20 نکات میں سے 6 پر بالکل عملدرآمد نہیں ہوا۔ نیشنل ایکشن پلان کے 9 نکات پر مکمل جب کہ 5 پر تسلی بخش عمل کیا گیا۔ رپورٹ

[10]Criminal Major Act PL Committee, NECTA, Section 6(4) /gov.pk/nap-2014, 22-6-2020 ,3:50P:m.

میں بتایا گیا دہشت گرد تنظیموں کی مالی معاونت روکنے کا کام غیر تسلی بخش ہے۔ کالعدم تنظیموں کو نام بدل کر کام سے روکنے کیلئے بہتر اقدامات نہیں ہوئے۔ مدارس کی رجسٹریشن کے عمل میں سست روی کا مظاہرہ کیا گیا۔ انسداد دہشت گردی کے اداروں کو مضبوط نہیں کیا گیا۔ مزید کہا گیا افغان مہاجرین کی واپسی پر دو وزارتوں کے درمیان اختلاف رہا۔ نفرت انگیز مواد کی روک تھام کے لیے اقدامات تسلی بخش رہے۔ سوشل میڈیا پر انتہاپسندی روکنے کے لیے کسی قدر کام ہوا۔اس رپورٹ کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کوئی قابل ذکر کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ اہل فکر و دانش کی رائے یہ ہے کہ دہشت گردی کی از سر نوع تعریف ہونی چاہیے، جہاد اور دہشت گردی میں فرق واضح ہونا چاہیے تاکہ وطنِ عزیز کو دہشت گردی کی لعنت سے پاک کرکے اَمن و سلامتی کا گہوارہ بنایا جاسکے۔ نیشنل ایکشن پلان پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ دو گروپ بنائے جائیں۔ پہلا گروپ قانون سازوں اور ماہرین اور مذہبی سکالرز پر مشتمل ہو جو کہ نیشنل ایکشن پلان کے خدوخال طے کرے۔ دوسرا گروپ اس کے نفاذ کو ممکن بنائے جیسا کہ قانون نافذ کرنے والے ادارے اور ان کے اہلکار۔ ان تمام کے مابین نیکٹا کا کردار رابطہ کار کا ہوگا۔ پھر صوبوں میں مختلف ایپکس کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں، جو کہ اس کے نفاذ کی ذمہ دار ہیں۔اس حوالے سے کئی محققین نے تحفظات ظاہر کیے ہیں۔ [11]

تحفظ پاکستان آرڈیننس 2013ء

تحفظ پاکستان آرڈیننس 2013ء (The Protection Of Pakistan Act 2013) کا ہدف حکومت کی رٹ قائم کرنا اور ان عناصر کی سرکوبی کرنا ہے، جن کو ملک دشمن تصور کیا جائے۔ قانون کے تحت مشتبہ افراد کو 'خصوصی عدالتوں' کے سامنے پیش کیا جاسکے گا جبکہ یہ عدالتیں سماعت کی تفصیلات عوام تک پہنچانے کی پابند بھی نہیں ہوں گی۔ قانون کے تحت سیکورٹی فورسز کو فہرست میں دیے گئے دہشت گردی سے متعلق معاملات میں گولی چلانے کا اختیار ہوگا۔آرڈیننس کے مطابق حکومت کے پاس اختیار ہے کہ اگر کوئی شخص اس کی نظر میں پاکستان کی سالمیت، دفاع یا سیکورٹی کے لیے خطرہ ہے اسے 90 دن تک حراست میں رکھا جاسکتا ہے۔ قانون کے تحت چلنے والے مقدمات میں متعلقہ شخص کو اپنی معصومیت کو ثابت کرنا پڑے گا جو کہ عام طور پر رائج پریکٹس کے بالکل برعکس ہے۔ یہ قانون جیلوں میں پہلے سے موجود قیدیوں پر بھی لاگو ہوگا۔ تحفظ پاکستان آرڈیننس کے مطابق پولیس یا قانون نافذ کرنے والے ادارے کا کوئی افسر کسی بھی ایسے شخص کو بغیر وارنٹ کے گرفتار کرسکتا ہے جو سنگین جرائم میں ملوث ہو۔ تحفظ پاکستان آرڈیننس کے تحت رینجرز اور ایف سی کو بااختیار کیا گیا ہے۔[12]

---

[11] مثلاً دیکھیے: ڈاکٹر طاہر القادری، قرار دادا امن (لاہور: منہاج القرآن پبلیکیشنز، س ن)، 28۔

[12] Punjab Bar Council Committee, Criminal Major Acts 2017, Volume II, A Publication of PLJ,V, 2139.

تحفظ پاکستان آرڈیننس، کے تحت رنگ، نسل، قومیت یا مذہب سے قطع نظر خوف و ہراس پھیلانے اور دہشت گردی کے مرتکب یا اس کا ارادہ رکھنے والوں افراد کو ریاست دشمن قرار دیا گیا ہے۔ ایسے افراد کو محض سرکاری اطلاعات کی بنیاد پر گرفتار کیا جاسکتا ہے اور تین مہینے تک قانون نافذ کرنے والے اداروں کی تحویل میں رکھا جاسکتا ہے۔ اس آرڈیننس کے تحت دہشت گردی کے واقعات کی تحقیقات میں سیکورٹی اور قانون نافذ کرنے والے دیگر ادارے تعاون کر سکیں گے اور گمان غالب کی بنیاد پر بھی کارروائی ہوسکے گی، نیز قانون نافذ کرنے والے افراد کو وارنٹ کے بغیر تلاشی اور ہر مقام تک رسائی کا اختیار حاصل ہوگا اور مزاحمت کی شکل میں یا اس کے خدشے کی صورت میں بھی قوت کے استعمال کا استحقاق ہوگا پھر جن پر جرم ثابت ہو، ان کو کڑی سزا دی جاسکے گی جو کم از کم 10 سال قید پر مشتمل ہوگی۔ سنگین مجرموں کے لیے خصوصی جیلیں بنیں گی۔ مخصوص جرائم کے مقدمات کے جلد اندراج اور فوری تحقیقات کے لیے الگ تھانے ہوں گے اور آرڈیننس کی دفعہ 37 کے تحت ان مقدمات کی سماعت کے لئے خصوصی وفاقی عدالتیں تک قائم کی جائیں گی۔

استعمال کرنے کا دروازہ کھول دیا گیا ہے جس میں وڈیو ٹیپس اور فرانزک شواہد کو بطور شہادت استعمال کرنا شامل ہے۔ اسی طرح وڈیو لنکس کے ذریعے مقدمات کی سماعت کی گنجائش پیدا کردی گئی ہے اور حکومت کو یہ اختیار بھی دے دیا گیا ہے کہ وہ ملک کے کسی بھی علاقے میں درج دہشت گردی کے کسی بھی مقدمے کو ملک کی کسی بھی عدالت میں منتقل کرسکتی ہے۔ بلاشبہ دہشت گردی اور اس کی مختلف شکلوں سے نمٹنے کے لئے قانون کا مؤثر ہونا اور قانون نافذ کرنے والوں، گواہی دینے والوں اور عدلیہ کو معقول اور قرار واقعی تحفظ حاصل ہونا چاہیے، لیکن جتنا یہ پہلو اہم ہے اتنا ہی اہم یہ پہلو بھی ہے کہ تمام انسانوں کے بنیادی حقوق کا تحفظ اور قانون کے تحت مکمل انصاف کے حصول کو یقینی بنایا جائے اور قانون کے غلط استعمال کے ہر دروازے کو بند کردیا جائے۔ دہشت گردی کسی بھی شکل میں ایک گھناؤنا جرم ہے لیکن دہشت گردی اور خوف وہراس پھیلانے کے نام پر ایک بھی معصوم انسان کا نشانہ بنایا جانا بھی اتنا ہی گھناؤنا جرم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مناسب تادیب و توازن کے بغیر اور ہر کسی کے لئے قانون کے اندر جواب دہی کے مؤثر نظام کے بغیر معاشرے میں نہ عدل قائم ہوسکتا ہے۔

مندرجہ بالا قوانین کے علاوہ پروٹیکشن آف پاکستان ایکٹ میں ترامیم کی گئیں۔ اور انسداد اسلحہ ایکٹ میں بھی خصوصی ترمیم کرتے ہوئے کم از کم سزا دو سال قرار دی گئی۔ انویسٹی گیشن فار فیئر ٹرائل ایکٹ 2013ء اور پروٹیکشن آف پاکستان آرڈیننس 2014ء بھی منظور کیا گیا۔ لاؤڈ سپیکرز اور ساؤنڈ ڈیوائسز کے حوالے سے پابندی عائد کرتے ہوئے بھی قانون سازی کی گئی۔ پنجاب پولیس میں ایک الگ ڈیپارٹمنٹ سی ٹی ڈی بنایا گیا تاکہ شدت پسندوں کے خلاف کاروائی کی جاسکے اور مندرجہ بالا قوانین پر عمل کروایا جاسکے۔

ان قوانین کے نتائج پر ایک نظر

نیکٹا کا قیام، فاٹا ریفارمز، مذہبی شدت پسندی کی روک تھام، بلوچستان میں شدت پسندوں سے مذاکرات اور صلح نامہ کے لیے حکومت بلوچستان کو مکمل اختیار، افغان مہاجرین کی واپسی، ملٹری کورٹس وغیرہ قیام بے شبہ قابلِ ذکر امور ہیں۔ لیکن انسداد دہشت گردی قوانین کی اس نوع کی ایک طویل تاریخ ہونے کے باوجود پاکستان میں بڑھتی ہوئی دہشت گردی نے اس تاثر کو ہوا دی کہ ہمارے ہاں امن ناپید اور صورتحال غیر یقنی اور خطرناک ہے۔اس سلسلے میں ایک بڑا مسئلہ یہ رہا کہ تمام حکومتوں نے اپنے اپنے ادوار میں دہشت گردی کو روکنے کے لیے قوانین بنائے، لیکن اس سب کے باوجود تمام حکومتوں کو امن وامان قائم کرنے میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا جس کی بڑی وجہ ان حکومتوں کی طرف سے ان قوانین پر صحیح طرح عمل درآمد نہ کروانا تھا۔ بجائے اس کے کہ تمام حکومتیں ان قوانین کو ذمے داری کے ساتھ لاگو کرتیں اور ان پر عمل درآمد کرواتیں، تقریباًہر حکومت نے ان قوانین کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فرقہ ورانہ فسادات، سیاسی تنقید اور دہشت گردی نے ملک میں اپنی جگہ بنالی۔

اگر دہشت گردی کے نیٹ ورک کو توڑ کر امن کی خواہاں ہے تو اس کو ایک لمبے عرصے پر محیط پالیسی کو اپنانا ہوگا بجائے اس کے کہ فوری حل کی پالیسی کو اپنایا جائے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ لوگوں میں فکری شعور کو پیدا کیا جائے جو کہ صرف عام لوگوں کی تعلیم اور سماجی ترقی ہی سے ممکن ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ عام لوگوں کی تعلیم پر توجہ دے تاکہ وہ اس قابل ہو سکیں کہ صحیح و غلط کے درمیان امتیاز قائم کر سکیں اور یہی وہ حل ہے، جس کے بغیر انسداد دہشت گردی قوانین ناکام ہوئے۔ عام لوگوں کے اندر پیدا ہونے والا وہ فکری شعور ہی دہشت گردی کا سب سے بڑا حل ہو سکتا ہے، جس کی بدولت وہ خود اپنے فائدے اور نقصان کو پہچان سکیں اور حق و باطل کی نشاندہی کر سکیں۔

خلاصۂ بحث

وطن عزیز کو درپیش شدت پسندی، ہشتگردی اور انتہا پسندی کے سنگین خطرات کا کس طور تدارک کیا جائے گا؟ اور کس طریقے سے اس مخدوش صورتحال کا موثر اور مربوط طریقے سے مقابلہ کیا جائے گا۔اس کے لیے قانون سازی کی گئی، خصوصی عدالتیں قائم کی گئیں اور مجرموں کو عبرت ناک سزائیں دینے کا اعلان کیا گیا۔ ضرب عضب اور رد الفساد کے ذریعے تحت دہشتگردی کے ڈھانچے کو کمزور کرنے کا دعوی کیا گیا مگر دراصل ناقص حکمت عملی کی وجہ سے جہاں ایک طرف دہشت گردی کو کنٹرول کرنے کی کوشش ہوئی ہے، تو دوسری طرف بے گناہ شہریوں کو مسائل کا سامنا کرنا پڑا ہے؛ خصوصا مذہبی حلقوں میں بے چینی کی کیفیت پیدا ہوئی ہے۔ مسئلے کے صحیح حل کے لیے موثر قانون سازی کے ساتھ ساتھ اس کا نفاذ کرنے والے اہل کاروں کی مانیٹرینگ کی بھی اشد ضرورت ہے۔ نیشنل ایکشن پلان بلا شبہ ملکی سلامتی کی اہم ترین دستاویز ہے۔ اس پر اگر پوری طرح عمل کیا جاتا تو دہشتگردی و انتہا پسندی کا مکمل طور پر خاتمہ کیا جا سکتا تھا۔ زمینی حقائق اس امر کے متقاضی ہیں کہ قوم کے سبھی حلقے تدبر، معاملہ فہمی اور رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے نیشنل ایکشن پلان کو اس کی صحیح سپرٹ کے مطابق نافذ کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔